"Knowledge Scholar"
An International Peer Reviewed E-Journal Of Multidisciplinary Research
Volume: 03, Issue: 05, Sept. – Oct. 2016 eISSN NO. 2394-5362

ناول اور پریم چند

ڈاکٹر سید فرحت نسرین

اسسٹنٹ پروفیسر شعبہ اردو

ڈاکٹر رفیق زکریا یہ کالج فار ویمن

اورنگ آباد مہاراشٹر انڈیا

اردوزبان میں قصے کہانیوں کی روایت بہت پرانی ہے۔اس روایت کوناول کے طرز میں ڈھالنے کا تصور مغربی ادب سے آیا۔ناول اپنے عہد کے مختلف اور طرح طرح کے انسانی تجربوں کوفنی سلیقے سے پیش کرنے والے فن کا نام ہے۔ بقول ڈاکٹر قمر رئیس:

> ''ناول کا فن ایک مخصوص نقطہ نگاہ سے زندگی کی تصویر کشی کا فن ہے۔حقیقت کو تخلیق کا روپ دے کر یا تخلیق کو حقیقت کا جامہ پہنا کر پیش کرنا کہ قصے کی حیثیت سے اس کے تمام اجزاء میں تال میل اور ہم آہنگی قائم رہے،ناول ہے۔''

فنی اعتبار سے ناول کی اجزائے ترکیبی میں پلاٹ ،کردار، مکالمہ،منظر نگاری اور نظریہ حیات کو بنیادی اہمیت حاصل ہے۔ایک کامیاب ناول کے لیے ضروری ہے کہ اس کے تمام عناصر واجزا ایک دوسرے سے پوری طرح ہم آہنگ ہوں۔ناول کا قصہ دلچسپ ہو پلاٹ کے مختلف اجزا خوبصورتی کے ساتھ ایک دوسرے کے ہم آہنگ ہوں۔ناول کے تمام کردار حقیقی زندگی سے قریب تر ہوں۔ناول کے مکالمے مصنوعی اور بے جان ہونے کے بجائے فطری،مناسب،موضوع اور واضح اور دلچسپ ہوں۔اور منظر نگاری کچھ ایسی ہو کہ اس سے کرداروں کی شخصیت اجاگر ہو اور متعلقہ واقعہ اور جگہ کی مکمل تصویر پڑھنے والے کی نگاہوں کے سامنے آجائے اور نظریہ حیات کا اظہار بالکل فکری رنگ میں ہو۔ایسا نہ محسوس ہو کہ ناول نگار قاری پر اپنا نقطہ نظر تھوپ رہا ہے۔

اردو ناول کی ابتدا کے بارے میں مختلف خیالات ملتے ہیں۔اس سلسلے میں مولوی کریم الدین احمد کے ناول ''خط

"Knowledge Scholar"
An International Peer Reviewed E-Journal Of Multidisciplinary Research
Volume: 03, Issue: 05, Sept. – Oct. 2016 eISSN NO. 2394-5362

تقدیر''، سرشار کے ناول ''فسانۂ آزاد'' اور رسوا کے ناول ''امراؤ جان ادا'' کا نام لیا جاتا ہے۔لیکن عام طور پر اردو کا پہلا ناول نگار نذیر احمد کو قرار دیا گیا ہے۔گو ان کے قصے ناول کے مغربی معیار پر پورے نہیں اترتے پھر بھی اس میں شبہ نہیں کہ اردو میں ناول کا نقطہ آغاز انہی کے قصے ہیں۔مراۃ العروس، بنات النعش ،توبۃ النصوح ،فسانۂ مبتلا میں ناول کے خد و خال ابھر کر سامنے آتے ہیں اور اردو ناول کے لیے راہ ہموار ہو جاتی ہے۔نذیر احمد کے ناول زیادہ تر اصلاحی ہیں۔وہ مشرقیت کے دلدادہ اور مغربیت کے سخت مخالف ہیں۔ان کی یہ نفسیات ان کے تمام ناولوں میں جاری و ساری ہے۔نذیر احمد کے ناولوں کا پلاٹ مستحکم اور مضبوط ہے۔ان میں واضح طور پر فکری و فنی ارتقا نظر آتا ہے۔کرداروں کی شخصیت میں مثالیت کے بجائے حقیقت کا غلبہ نظر آتا ہے۔اپنے افادی پہلو، واقعہ نگاری، منظر کشی ،طنز و مزاح اور فن اور زندگی کے رشتے کو استحکام بخشنے کے اعتبار سے نذیر احمد کے ناول اردو کے ابتدائی ناولوں میں خصوصی اہمیت کے حامل ہیں۔

اردو کے دوسرے اہم ناول نگار سرشار ہیں۔ان کا شاہکار ناول ''فسانۂ آزاد'' ہے۔اس معاملے میں حقیقت اور تخیل کا حسین امتزاج ملتا ہے۔اس ناول کے ذریعہ سرشار نے لکھنؤ کے زوال آمادہ تمدن کی تصویر کشی کی ہے۔کردار نگاری میں سرشار کا جواب نہیں۔ ہر طبقے کے لب و لہجے ،انداز گفتگو اور مکالموں پر بھرپور قدرت رکھتے ہیں۔سرشار کے دوسرے قابل ذکر ناول سیر بہار، جام سرشار، پی کہاں وغیرہ ہیں۔اگرچہ سرشار کے ناول پلاٹ ،مقصدیت اور آغاز و انجام کے اعتبار سے ناول کے معیار پر پورے نہیں اترتے ہیں۔پھر بھی ان ناولوں کی اہمیت سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ان کو اردو ناول کے ارتقاء میں کافی اہمیت حاصل ہے۔

اردو ادب میں ناول اور افسانہ اگرچہ کہ نوزائیدہ اصناف ہیں۔لیکن اس کم عمری ہی میں ان اصناف نے سن بلوغت کی حدیں پار کرلیں۔کس قدر افسوس کی بات ہے کہ ان اصناف کو معراج کمال تک پہنچانے والے سب سے بڑے اور اہم مصنف کو اس کا صحیح مقام دلوانے کی ہمارے ناقدین نے کما حقہ سعی نہ کی۔

منشی پریم چند اگر ایک طرف اپنے عہد کی پیداوار تھے تو دوسری طرف خود ایک عہد ساز شخصیت بھی تھے۔اگر انہیں خود افسانوی ادب کا ایک عہد اور روایت کہا جائے تو بیجا نہ ہوگا۔حقیقت تو یہ ہے کہ اردو کے افسانوی ادب میں داخلیت پسندی کا آغاز انہی کا رہین منت ہے۔پریم چند نے افسانوی ادب کے ہفت خوان طے کیے۔لیکن ہمارے ناقدین ان کے اس کارنامے سے سرسری گزر جاتے ہیں۔بقول میؔر

ہر جہاں ایک جہان دیگر تھا تھا
سر سری تم جہان سے گزرے

خود منشی پریم چند ادب کو مسائل حیات کی گرہ کشائی کا ایک ذریعہ سمجھتے تھے۔اپنے ایک مضمون ''ساہتیہ آدشیہ'' میں تحریر کرتے ہیں:

"Knowledge Scholar"
An International Peer Reviewed E-Journal Of Multidisciplinary Research
Volume: 03, Issue: 05, Sept. – Oct. 2016 eISSN NO. 2394-5362

> ''ادب ہلکی سہانی ہوا ہے۔ جو سب کو فرحت اور مسرت دیتی ہے، پروپیگنڈہ آندھی ہے جو آنکھوں میں دھول جھونکتی ہے۔ ہرے بھرے درختوں کو اکھاڑ پھینک دیتی ہے اور جھونپڑوں اور محلوں دونوں کو ہی ہلا دیتی ہے۔ وہ لطف سے خالی ہونے کی بنا پر مسرت کی چیز نہیں۔ اگر وہ سچائی اور حسن کے قریب لے جاتا ہے تو ادب ہے۔ نہیں لے جاتا تو پروپیگنڈہ یا اس سے بھی ذلیل۔''

منشی پریم چند نے رائج الوقت کلاسیکی، رومانی اور طلسمی داستانوں سے گریز کرتے ہوئے اپنے لیے ایک نئی راہ کا انتخاب کیا۔ حسن وصداقت کی قدروں کو مستحکم کیا۔ انسانیت اور ادب کی اساس کو سمجھا۔ زندگی اور اس کی سچائیوں سے ادب کے رشتے کو استوار کیا۔ عصری سچائیوں کی نقاب کشائی کی۔ حقائق کو ان کے تناظر میں پرکھا اور وہ کبھی بھی مصلحت کوشی کا شکار نہیں ہوئے۔ مظلوم، مفلس اور کمزور کرداروں کے ساتھ ہمدردی کا اظہار کیا اور حق پرستی کی راہ پر گامزن رہے۔ اس مقصد کی تکمیل کے لئے انہیں قدم قدم پر مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ نئے نئے تجربات سے دوچار ہونا پڑا۔ اپنے زندگی کے نصب العین یعنی ''حصول علم'' کے لئے اکثر و بیشتر فاقہ کشی بھی کرنی پڑی۔ ہنس راج رہبر کی تصنیف میں ان کی زندگی کی مرقع کشی تفصیل سے کی گئی ہے اور ان کی زبوں حالی کا تذکرہ بڑے مؤثر انداز میں پیش کیا گیا ہے۔ لیکن میں اپنے اس مقالے میں اس سے قطع نظر ایک الگ نقطہ نظر سے روشنی ڈالنے کی کوشش کروں گی۔ ڈاکٹر قمر رئیس نے بھی اپنی کتاب ''پریم چند کا تنقیدی مطالعہ بحیثیت ناول نگار'' میں پریم چند کی ناول نگاری کے فن کا محاکمہ کیا ہے۔ لیکن اپنے اس مقالے میں میں اس زاویہ نگاہ سے گریز کرتے ہوئے ایک مخصوص نقطے پر اپنی نظریں مرکوز کرنا چاہتی ہوں اور وہ ہے منشی پریم چند کے نسوانی کرداروں کی تصویر کشی۔

یوں تو عورتوں کے مسائل پر بہت کم قلم اٹھایا گیا ہے۔ معاشی، معاشرتی، نفسیاتی پس منظر میں اسے سمجھنے کی کوشش کم ہی کی گئی۔ زیادہ تر اسے پس پردہ ہی رکھا گیا۔ منشی پریم چند اردو کے پہلے ناول نگار ہیں جنہوں نے عورتوں کی نفسیاتی کیفیات پر نہ صرف قلم اٹھایا بلکہ ان پر ہونے والے ظلم وستم کو بھی بے باکانہ انداز میں قلم بند کیا۔ خود ان کی زندگی اس کی شاہد ہے کہ وہ نہ صرف عورتوں پر ہونے والے ظلم واستبداد کے خلاف مخالف تھے بلکہ اس کا مداوا کرنے کی بھی کوشش کرتے تھے۔ ان کا ایک بال ودھوا سے دوسری شادی کرنا اس کا بین ثبوت ہے۔

منشی پریم چند کے مطالعے کے دوران ہمیں ایک اور بات بھی مدنظر رکھنی پڑے گی اور وہ ہے اس زمانے کا سماجی و سیاسی پس منظر۔ پریم چند خود ایک متوسط دیہاتی خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ ماں باپ کے التفات سے محرومی نے انہیں بے حد حساس بنا دیا تھا اور وہ ہر کردار کی روح میں اتر کر اس کا نہایت باریک بینی سے مطالعہ کرنے لگے تھے۔ جس میں مرد و عورت کی کوئی تخصیص نہ تھی۔ لیکن میں نے اپنے اس مقالہ کو صرف ان کے پیش کردہ نسوانی کرداروں تک ہی محدود رکھنے کی

کوشش کی ہے اور یہ خیال اس لیے بھی پیدا ہوا کہ منشی پریم چند وہ اولین مصنف ہیں جنھوں نے دیہاتی اور شہری زندگی کے امتزاج کو ادب میں پیش کیا اور ہر دو کرداروں کے ماحول کے تناظر میں عکاسی کی۔ جس کے مطالعے سے ماحول کا کرداروں پر اثر اندازی کا بخوبی اندازہ ہوسکتا ہے۔ شہری زندگی میں عورت کو جو مقام حاصل ہے جو آزادیاں نصیب ہیں علم کی روشنی سے جو خیالات کو رفعت ملتی ہے دیہاتی زندگی میں یہ سب تقریباً عنقا ہیں۔

پروفیسر آل احمد سرور نے پریم چند کی ناول نگاری پر جامع انداز میں تنقید کی ہے۔ کہتے ہیں:

''پریم چند سے قبل جتنے ناول لکھے گئے وہ صرف زندگی کے ایک گوشے کی تصویر بنانے پر قانع تھے۔ پریم چند کا میدان اتنا ہی وسیع ہے جتنی کائنات۔

(تنقیدی اشارے)

☆☆☆